بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

اعراسِ بزرگانِ دین کے جواز پر حوالوں سے مزین ایک بہترین علمی تحریر

عرس کا ثبوت

تصنیف

فیضِ ملت، آفتابِ اہلسنّت، رئیس المصنّفین

حضرت علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی

ناشر

سُنّی پبلی کیشنز

2818/6، گلی گڑھیا، کوچہ چیلان، دریا گنج، دہلی۔2

Mob. 09867934085 / 9310381216

E-mail: zubair006@gmail.com

نام کتاب	:	عرس کا ثبوت
مصنف	:	علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی
کمپوزنگ وتصحیح	:	محمد زبیر قادری (موبائل:09867934085)
سنِ اشاعت	:	ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ء
تعداد	:	گیارہ سو
صفحات	:	40
قیمت	:	30/روپے

کتاب ملنے کے پتے

☆ کتب خانہ امجدیہ، ۴۲۵ مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۶ 011-23243187

☆ نیو سلور بک ایجنسی 14، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی۔۳

☆ عرشی کتاب گھر، حیدر آباد

☆ مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں، مہاراشٹر (موبائل 9325028586)

☆ مدنی بک اسٹال، قادریہ مسجد کمپلیکس، بنکاپور چوک، ہبلی، دھارواڑ، کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم۔ امّا بعد

یہ رسالہ ''عرس کا ثبوت'' دیوبندیوں کے مندرجہ ذیل اقوال کے رَد میں لکھا گیا ہے:

(۱) مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا کہ ''معینہ عرس کا طریقہ سنّت کے خلاف ہے۔ فلہٰذا بدعت ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ، ج ۳، ص ۱۱۲)

(۲) اسی گنگوہی نے دوسری جگہ ایک سوال کے جواب میں لکھا کہ ''کسی عرس و مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی عرس و مولود (میلاد) درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ج ۳، ص ۱۱۲)

اہلِ سنّت کا مؤقف

اہلِ سنّت کے نزدیک بزرگانِ دین یعنی اولیاء اللہ کے اعراس جائز اور صدہا فیوض و برکات کے حصول کا موجب ہیں، لیکن ہر بدعت کو سنّت کے خلاف کہہ کر ناجائز کہہ دینا یہ وہابیوں، دیوبندیوں کا کام ہے۔ ورنہ صرف وہ بدعت ناجائز اور حرام ہے جو صراحتاً قرآن و حدیث کی مخالف ہو۔ اگر بدعت قرآن و حدیث کے مضامین کے موافق یا ان سے اس کا اشارہ و کنایہ مل جائے تو وہ بدعتِ حسنہ کہلاتی ہے۔ اس قاعدے پر ہزاروں مسائل و احکام اسلام میں موجود ہیں۔ فقیر نے اس کی تفصیل اپنی کتاب ''المعمۃ عن البدعۃ'' میں عرض کر دی ہے۔ یہاں عرس شریف کے لیے بھی یہی قاعدہ ہے کہ یہ کسی آیت و حدیث کے مخالف نہیں بلکہ قرآن و احادیث کے مضامین کے عین مطابق ہے۔ تفصیل آگے چل کر عرض کروں گا۔

قرآن مجید میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے فرمایا:

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ (سورہ مریم: آیت ۱۵)

ترجمہ: اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن مردہ اٹھایا جائے گا۔

اور عیسیٰ علیہ السلام کے لیے فرمایا:

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾

(سورہ مریم: آیت ۳۳)

ترجمہ: اور وہی سلامتی مجھ پر جس دن مَیں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن زندہ اُٹھایا جاؤں۔

فائدہ: ان آیات میں بوقت وفات کو سلامتی کے ساتھ ذکر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیا و اولیا کے یومِ وفات بعد والوں کے لیے یادگار ہیں۔ اسی یادگار کا دوسرا نام عرس ہے۔ اس کے لیے ایک مقدمہ ملاحظہ ہو۔

مقدمہ

''عرس'' کا لغوی معنیٰ (Dictionary meaning) ہے شادی۔ اسی لیے عربی میں دولہا اور دُلہن کو عروس کہا جاتا ہے اور اصطلاحِ مشائخ میں اولیا، علما، بزرگوں کے یومِ وفات کو عرس کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ دن اُن کا محبوب سے ملنے کا یوم ہے۔ اور حدیث پاک میں بھی اُن کو ایسے وصال پر عروس سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ جب نکیرین کے سوالات میں بندۂ خدا کامیاب ہو جاتا ہے، تو اسے فرشتے کہتے ہیں:

نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ الَّتِيْ لَا يُوْقِظُهٗ اِلَّا حُبُّ اَهْلِهٖ۔

(ترجمہ) تُو اسی دلہن کی طرح سوجا جسے سوائے اس کے پیارے کے اور کوئی نہ بیدار کرے گا۔

چونکہ اللہ والوں کا یومِ وصال ان کے لیے دلہن بننے کا دن ہوتا ہے۔ اس لیے اس دن کو یوم العروس یعنی شادی کا دن کہتے ہیں۔ مشائخِ کرام کا معمول ہے کہ خاص اس دن اولیا اللہ کی قبروں پر بصورتِ اجتماع حاضر ہوتے ہیں جہاں تلاوتِ قرآن مجید یا وظائف و اذکار پڑھ کر اور صدقات و خیرات کر کے ان کی ارواح کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ گویا شریعتِ مطہرہ کے چند اُمور کے مجموعہ کا نام عرس ہے۔

(۱) ولی اللہ کے یومِ وفات کوعرس کہنا (۲) سال کے بعد یومِ معین مزار پر حاضری (۳) مزار کی زیارت کے لیے سفر کرنا (۴) بصورتِ اجتماع حاضر ہوکر قرآن خوانی، محافلِ ذکر، وعظ وغیرہ۔ (۵) خیرات وصدقات کے طور پر ایصالِ ثواب وغیرہ وغیرہ۔

وہابیہ سے کون پوچھے کہ جب یہ اُمور فرداً فرداً شرعاً جائز ہیں تو مجموعہ حرام کیوں؟ صرف اس لیے کہ تم کہتے ہو!! اب تو وہابی دیوبندی اپنے بڑوں کے عرس کرنے لگ گئے ہیں، اگرچہ اسے یومِ ولادت کا نام دے کر سال بعد اپنے مردہ کی یاد مناتے ہیں۔

فقیر عُرس کے اجزا (حصّوں) کے متعلق عرض کرتا ہے۔

عرس نام کیوں؟

(۱) شریعت کا قانون ہے کہ کسی حکم اور مسئلۂ شرعیہ کے نام کی تبدیلی سے کام نہیں بگڑتا۔ اسے بحثِ بدعت میں فقیر نے تفصیل سے لکھا ہے۔ دوسرا یہ کہ علما و محدثین اور فقہا مفسرین کی عادت ہے کہ کسی معاملہ یا لفظ کی مناسبت سے نام رکھ دیا جاتا ہے۔ بخاری شریف ابواب کے تراجم اس معنی میں مشہور ہیں۔ اسی لیے محدثین نے امام بخاری کے تراجم ابواب کو اہمیت بخشی ہے بلکہ اس پر مستقل تصانیف مرتب فرمائی ہیں۔ اس قاعدے پر اولیا اللہ کے یومِ وصال کو احادیث مبارکہ کے لفظ عروس سے عرس لیا گیا ہے اور وہ احادیث مبارکہ کتبِ احادیث میں مشہور ہیں۔ ان میں ایک روایت مقدمہ میں عرض کی گئی ہے۔

(۲) ولی اللہ کا یومِ وفات خود ولیِ کامل کے لیے ہزاروں شادیوں کا مجموعہ ہے کہ وہ دارالمصائب والتکالیف سے نجات پاکر دارالسرور کو پہنچا ہے۔ اس قسم کی روایات بے شمار ہیں، کتبِ احادیث میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ المیت تحضرہ الملائکہ فاذا کان الرجل صالحاً قالوا اخرجی ایتھا النفس المطمئنۃ کانت فی الجسد الطیب اخرجی حمیدہ لا بشری بروح وریحان۔ ورب غیر غضبان

ولا تزال یقال لھا ذلک حتیٰ تخرج ثم تخرج بھا الی السماء فیفتح لھا فیقال من ھذا فیقولون فلان فیقال مرحباً بالنفس الطیبۃ کانت فی الجسد الطیب ادخلی حمیدۃ والبشریٰ بروح وریحان وربّ غیر غضبان فلا تزال یقال لھا ذلک حتی تنتھی الی السماء التی فیھا اللہ۔

(الحدیث رواہ ابن ماجہ)

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میت کے ہاں ملائکہ آتے ہیں۔ اگر وہ نیک ہے تو اسے کہتے ہیں: اے نفسِ مطمئنہ جو پاک جسم میں تھی حمد کی ہوئی اور راحت وریحان کے ساتھ جسم سے نکل۔ تیرا ربّ تجھ پر ناراض نہیں۔ اسی طرح اسے بار بار کہا جاتا ہے، یہاں تک کہ اسے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں تو اُس کے لیے دروازے کھلتے ہیں۔ پھر پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ فرشتے کہتے ہیں یہ فلاں ہے، اُسے خوش آمدید کہا جاتا ہے کہ یہ روح پاک جسم میں تھی، داخل ہو حمد کی ہوئی اور راحت وریحان کے ساتھ خوش ہو۔ تیرا ربّ تجھ پر ناراض نہیں۔ اسی طرح کہا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہاں پہنچتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ ہے یعنی اس کا حکم جاری ہوتا ہے۔

(۲) قال حماد ویقول اھل السماء روح طیبۃ جاء ت من قبل الارض صلی اللہ علیک وعلیٰ جسد کنت فیہ تعمرینہ فینطلق بہ الیٰ رب ثم یقول انطلقی ای آخر الاجل۔ (الحدیث رواہ مسلم)

(۲) حماد نے فرمایا کہ اس میت کو اہلِ آسماں کہتے ہیں کہ یہ پاک روح زمین سے آئی ہے۔ اللہ تجھ پر رحم فرمائے اور اس جسم پر بھی جس میں تھی، جس کی تو تعمیر کرتی رہی۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے روح چل اپنے آخری اجل کی طرف''۔

فائدہ: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اَیُّ اِلَی الْمَکَانِ الَّذِیْ اُعِدَّ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ (لمعات)

یعنی: اس آرام گاہ کی طرف جو اس کے لیے تا قیامت تیار رکھی گئی ہے۔

(۳) اذا احضر المؤمن اتت ملائکہ الرحمۃ بحریرۃ بیضاء فیقولون اخرجی راضیۃ مرضیا عنك الی روح اللہ وریحان وربّ غیر غضبان فتخرج کالطیب ریح المسك حتی انہ یتناولہ بعضھم بعضا حتی یاتوا بہ ابواب السماء فیقولون اطیب ھذا الریح التی جاء تکم من الارض۔
(احمد ونسائی)

○ جب مؤمن پر موت حاضر ہوتی ہے تو اس کے پاس رحمت کے فرشتے سفید ریشمی لباس لاتے ہیں اور کہتے ہیں: خوش ہو کر چل۔ تجھ سے تیرا ربّ راضی ہے اور رحمت اور ریحان کی طرف روانہ ہو۔ تیرا ربّ تجھ سے ناراض نہیں۔ وہ روح مشک جیسی خوشبو سے جسم سے نکلتی ہے، پھر فرشتے اسے ہاتھوں ہاتھ لے کر آسمانوں کے دروازوں کی طرف جاتے ہیں اور کہتے ہیں: کیسی خوشبو ناک روح زمین سے تمہاری طرف آئی ہے۔

فائدہ: شارحین فرماتے ہیں: ای یتداولون تعظیماً و تبرکاً۔ یعنی فرشتے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اس کی تعظیم سے اور اسے متبرک سمجھ کر۔

(۴) قال علیہ السلام ان العبد المؤمن اذا کان فی انقطاع من الدنیا و اقبال من الاخرۃ نزل الیہ ملائکۃ من السماء وبیض الوجوہ کان وجوھھم الشمس معھم کفن من اکفان الجنۃ وحنوط من حنوط الجنۃ حتی یلبسوا منہ مدّ البصر ثم یجی ملك الموت ...... فیاخذھا فاذا اخذھا لم یدعوھا فی یدہ طرفۃ عین۔

○ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب بندے کا دنیا سے رخصت اور آخرت کی طرف جانے کا وقت آتا ہے تو آسمان سے سفید چہروں والے کہ سورج جیسے روشن ہوتے ہیں، نازل ہوتے ہیں۔ ان کے پاس جنت کے کفن اور لوبان جنتی ہوتے ہیں۔ وہ میت کے پاس بیٹھتے ہیں۔ جہاں تک نگاہ پڑتی ہے فرشتے ہی فرشتے ہوتے ہیں۔ پھر مَلَکُ الموت آکر اس کی

روح نکالتا ہے لیکن وہ فرشتے مَلَکُ الموت کے ہاں پل بھر نہیں چھوڑتے بلکہ ہاتھوں ہاتھ لے لیتے ہیں۔

(۵) اذا خرج روحہ صلی علیہ کل ملك بین السماء والارض وکل ملك فی السماء وفتحت لہ ابواب السماء لیس من اھل باب الا دھم یدعون اللہ ان یعرج بروحہ من قبلھم۔ (احمد)

○ جب بندے کی روح نکل جاتی ہے تو اس پر زمین و آسمان کے درمیان والے اور تمام آسمانوں والے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ ہر آسمان کے ہر دروازہ سے آواز آتی ہے: یارب! اسے ہماری طرف سے گذار تاکہ ہم اس کی زیارت سے سرشار ہوں۔

شادیِ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ

حقیقت یہ ہے کہ اُمتی کے لیے اس سے بڑھ کر اور کون سا بڑا خوشی کا دن ہوگا کہ آج کے دن قبر میں آقا ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی۔ اسی لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بوقتِ وفات کہتے تھے: انا القی محمداً وحبتہ۔ مَیں محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے دوستوں سے ملوں گا۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ اولیائے کرام کے لیے ان کی وفات خوشی کا دن ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انھیں آج حضور سرورِ انبیاء علیہم السلام کا قبر میں شرفِ زیارت نصیب ہوگا۔ چونکہ انھیں دنیا کی تکلیفوں سے نجات ملی اور آخرت کے انعامات نصیب ہوتے ہیں اور حضور سرورِ عالم ﷺ کی زیارت سے سرشار ہوتے ہیں، اسی لیے ان کے اس یوم کا نام عرس کہلایا۔

باب ۱

دراصل یہ ہے تو وہی ایصالِ ثواب جس کی حقیقت قرآن واحادیث میں مفصّل مذکور ہے۔صرف ولی اللہ سے خصوصیت کے طور پر اس کا نام عرس مشہور ہو گیا اور ہمارے عُرف میں عُرس سے بھی مراد یہی ہے کہ کسی بزرگ کی وفات کے دن قرآن شریف پڑھ کر یا طعام وشیرینی تقسیم کرکے اس کا ثواب اُس بزرگ کی روح کو بخشا جائے۔ یہ جائز بلکہ مستحسن ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ماثبت بالسنۃ'' میں اس کو متاخرین کے مستحسنات سے شمار کیا ہے۔حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابر سے بھی عرس ثابت ہے۔

احادیث

(۱) شامی، جلد اوّل، باب زیارت القبور میں ہے: رَوَی ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْتِیْ قُبُوْرَ الشُّھَدَاءِ بِاُحُدٍ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ حَوْلٍ۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر سال شہدائے اُحُد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔

(۲) تفسیر کبیر اور تفسیر دُرِّ منثور میں ہے: عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ کَانَ یَاْتِیْ قُبُوْرُ الشُّھَدَاءِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ حَوْلٍ فَیَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ وَالْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَۃُ ھٰکَذَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر سال شہدا کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور ان کو سلام فرماتے تھے اور چاروں خلفا رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

عباراتِ اسلاف رحمہم اللہ

شاہ عبدالعزیز صاحب فتاویٰ عزیزیہ، ص ۴۵ میں فرماتے ہیں کہ ''دوم آنکہ بہئیت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ فاتحہ بر شیرینی و طعام نمودہ تقسیم

درمیان حاضران کنند این قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نبود اگر کسے این طور کند باک نیست بلکہ فائدہ احیاء اموات را حاصل مے شود۔''

ترجمہ: دوسرے یہ کہ بہت سے لوگ جمع ہوں اور ختم قرآن کریں اور کھانے شیرینی پر فاتحہ کرکے حاضرین میں تقسیم کریں۔ یہ قسم حضور علیہ السلام اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں مروّج نہ تھی۔لیکن اگر کوئی کرے تو حرج نہیں بلکہ زندوں سے مُردوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(۲) زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح میں شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی علیہما الرحمۃ والرضوان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''این طعن مبنی است بر جہل بہ احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچ کس فرض نمی داند آرے تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں بایصال ثواب تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعیین روز عرس برائے آں است کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں مے باشد از دار العمل بدار الثواب والّا ہر روز کہ این عمل واقع شود موجب فلاح و نجات است۔''

ترجمہ: یہ طعن لوگوں کے حالات سے خبردار نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ کوئی شخص بھی شریعت کے مقرر کردہ فرائض کے سوا غیر کو فرض نہیں جانتا۔ ہاں! صالحین کی قبروں سے برکت لینا اور ایصالِ ثواب اور تلاوتِ قرآن اور تقسیم شیرینی وطعام سے ان کی مدد کرنا اجماع علما سے اچھا ہے۔ عرس کا دن اس لیے مقرر ہے کہ وہ اُن کی وفات کو یاد دلاتا ہے، ورنہ جس دن میں کیا جائے، اچھا ہے۔

(۴) مشائخ اہلِ سنّت اور دیوبندیوں کے مرشد حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی، مکتوب ۱۸۲ میں مولانا جلال الدین کو لکھتے ہیں: اعراس پیران بر سنّت پیران بسماع و صفائی جاری دارند'' پیروں کا عرس پیروں کے طریقے سے صفائی دل کے ساتھ جاری

رکھیں۔

دیوبندیوں کے پیرانِ پیر بالخصوص مولوی رشید احمد واشرف علی صاحبان کے پیر حاجی امداداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں عرس کے جواز پر بہت زور دیتے ہیں۔خود اپنا عمل یوں بیان فرماتے ہیں:

''فقیر کا مشرب اس اَمر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیرومرشد کی روحِ مبارک پر ایصالِ ثواب کرتا ہوں۔اوّل قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وُسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے، پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے۔''

دیوبندیوں کے گھر میں عرس

مولوی رشید احمد صاحب بھی اصل عرس کو جائز مانتے ہیں۔چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ،جلد اوّل،کتاب البدعات،صفحہ ۹۲ میں فرماتے ہیں:

''بہت اشیا ہیں کہ اوّل مباح تھیں، پھر کسی وقت منع ہو گئیں۔مجلس عرس ومولود بھی ایسا ہی ہے۔اہلِ عرب سے معلوم ہوا کہ عرب شریف کے لوگ سید احمد بدوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عرس بہت دھوم دھام سے کرتے ہیں اور علمائے مدینہ منورہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس کرتے رہے، جن کا مزارِ مقدس اُحد پہاڑ پر ہے۔غرضیکہ دنیا بھر کے مسلمان خصوصاً اہلِ مدینہ عُرس پر کاربند ہیں اور جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ عنداللہ بھی اچھا ہے۔''

عقل بھی چاہتی ہے کہ عرسِ بزرگان عمدہ چیز ہے۔

(۵) شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسبت اُویسیہ کے بیان میں یوں لکھتے ہیں:

''و صاحب ایں نسبت را لا بد بہ نسبت آں ارواح محبت و عشق حاصل شود۔ وفنا فی الشیخ دست دھد۔ و ایں سرّ در جمیع احوال وے داخل شود در رنگ آنکہ آب در بیخ نہالے میریزند و تازگی آں در ہر شاخ وبرگ وگل ومیوہ سرایت میکند۔ و در ہر کسے حالے دیگر و واقعہ دیگر ظاہر شود۔ ازیں جاست حفظ اعراس مشائخ ومواظبت

زیارت قبور ایشان و التزام فاتحہ خواندن و صدقہ دادن برائے ایشاں و اعتنائے تمام کردن بہ تعظیم آثار و اولاد منتسبان ایشان۔ (ہمعات مطبوعہ اسلامی پریس،تحفہ محمدیہ،صفحہ ۲۴)

ترجمہ: اُویسیہ کی نسبت کے لیے ضروری ہے کہ ارواحِ اولیا سے محبت وعشق پیدا ہوتا ہے۔اسی سے فنا فی الشیخ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے، پھر شیخ کے اطوار اس کے تمام احوال میں داخل ہو جاتے ہیں۔جیسے درخت کی جڑ میں پانی ڈالا جائے تو اس کا اثر وتازگی ہر ٹہنی اور ہر پتے اور گل اور میوہ میں سرایت کرتا ہے۔اس شخص میں حال وواقعہ دیگر ظاہر ہوتا ہے۔اسی راز کے تحت اعراسِ مشائخ کی حفاظت کی جاتی ہے اور ان کے مزارات کی زیارات پر مداومت اور ان کے لیے فاتحہ اور صدقہ دیا جاتا ہے اور ان کے آثار واولاد اور منسوبین کی تعظیم وتکریم کی جاتی ہے۔

فائدہ: اس عبارت میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عرس کی غرض وغایت اور فوائد وغیرہ سب کچھ بیان کر دیا ہے۔بلکہ فرمایا: سلسلۂ اُویسیہ کے رنگ میں فیض یابی کا بہترین طریقہ عرس ہے۔

(۶) حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

حضرت امیر و ذریت طاہرہ او را تمام امّت در مثال پیراں و مرشداں می پرستند امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر و نیاز و منت بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است و نام شیخین را دریں مقدمات کسے بر زبان نمی آرد و فاتحہ و درود و نذر و منت و عرس و مجلس کسے شریک نمی کنند۔ (تحفۂ اثنا عشریہ،مطبوعہ فخر المطابع،صفحہ ۲۲۸)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولادِ طاہرہ کو تمام اُمت پیروں اور مرشدوں کی طرح مانتی ہے اور اُمورِ تکوینیہ کو ان سے وابستہ جانتی ہے اور فاتحہ اور دُرود اور صدقات اور نذر ونیاز اور منت ان کی رائج ومعمول ہے، جیسا کہ تمام اولیا سے یہی معاملہ ہے اور شیخین کا ان میں کوئی زبان پر نام بھی نہیں لاتا اور فاتحہ اور دُرود اور نذر ومنّت اور عرس ومجلس

میں شریک نہیں کرتا۔

(۷) مخالفین کے مسلّم پیشوا اور امام مولوی اسمٰعیل دہلوی ''صراطِ مستقیم'' میں لکھتے ہیں:

پس در خوبی ایں قدر امر از امور مرسومہ فاتحہا و اعراس و نذرو نیاز او موات شک و شبہ نیست۔

ترجمہ: پس ان اُمورِ فاتحہ، عرس، نذر و نیاز کی خوبی میں شک وشبہ نہیں ہے۔

(۸) خود مانعین کے مسلّم فتاویٰ دیوبند میں ہے: ''کوئی شخص کسی کے مزار پر بلا تعین تاریخ و بلا اہتمامِ خاص کے اگر ہمیشہ سالانہ بھی بلایا کرے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مستحب ہے۔'' (از فتاویٰ دیوبند، جلد ۲، صفحہ ۱۳)

خلاصہ

عرس کے جائز بلکہ مستحب و مستحسن ہونے پر کافی دلائل موجود ہیں۔ جس سے اہلِ سنّت کے مسلک کی تائید ہوتی ہے اور مخالفین کے پیشواؤں نے بھی اس کے جواز واستحباب کا اعتراف کرلیا تو وہابی دیوبندی فرقوں کا اسے ناجائز و بدعت کہنا سراسر غلط وباطل ہے۔

گیارہویں شریف

یہی حال گیارہوں شریف کا ہے کہ وہ بھی ایصالِ ثواب ہے جو حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نام نذرانہ پیش کیا جاتا ہے صرف حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے عقیدت کی بنا پر اس ایصالِ ثواب کا گیارہویں شریف نام ہوگیا ہے ورنہ یہ کوئی نئی چیز نہیں جس پر دلائل پیش کیے جائیں۔ جو دلائل عرس کے ہیں وہی گیارہویں کے ہیں کہ نام کے بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی۔

بلکہ حضور غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے عرس کا نام گیارہویں شریف عرف عوام میں مشہور ہوگیا ہے۔ اس کی اصل اس طرح ہے کہ حضرت محقق شیخ عبدالحق دہلوی رضی اللہ عنہ نے ماثبت من السنۃ، صفحہ ۱۷۳ میں تحریر فرمایا۔

قلت فبہٰذا الروایۃ یکون عرس تاسع ربیع الاخر و ہذا ھو الذی ادرکنا علیہ سیدنا شیخ الامام العارف الکامل الشیخ عبد الوھاب القادری المکی فانہ قدس سرہ کان یحافظ فی یوم عرسہ ہذا التاریخ اما اعتماد ھذہ الروایۃ او علی ما رای من شیخہ علی اعلی المتقی و من غیرہ من المشائخ وقد اشتہر فی دیارنا ہذا الیوم الحادی عشر وھو المتعارف عند مشائخنا من اھل الھند من اولادہ۔

ترجمہ: مَیں کہتا ہوں کہ یومِ وفات ۹ ربیع الاخر کی روایت سے عرس ۹ ربیع الاخر کو ہونا چاہیے۔ یہ وہ ہے جس پر ہم نے امام عارف شیخ عبدالوہاب قادری مکی کو پایا کہ وہ یوم عرس اسی تاریخ کو قرار دیتے۔ اس روایت کے اعتماد پر یا اپنے شیخ علی متقی وغیرہ کا عمل دیکھ کر اور ہمارے ہندوستان میں یوم عرس ۱۱ ربیع الاخر مشہور ہوگیا ہے اور اہلِ ہند کے مشائخ میں یہی تاریخ متعارف ہے۔

عرس کے فائدے

(الف) جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نسبتِ اُویسیہ نصیب ہوتی ہے۔ مزارات کی حاضری سے بزرگوں کے ساتھ عقیدت وانس میں اضافہ ہوتا ہے اس سے ان کے فیوضات و برکات حاصل ہوتے ہیں۔ بسا اوقات صاحبِ مزار کی توجۂ خاص سے دینی دُنیوی امور آسانی سے حل ہوتے ہیں یہاں تک بعض خوش بختوں کو ولایت کی منازل بھی طے ہوجاتی ہیں جیسے ابوالحسن خرقانی رضی اللہ عنہ کو سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کے مزار سے ولایتِ کاملہ نصیب ہوئی۔

(ب) اہلِ قبور آنے جانے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے آنے سے خوش ہوتے ہیں۔ جو اِن کے لیے دعا واستغفار یا قرآن خوانی وغیرہ اور صدقہ وخیرات کرے تو اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ چند حکایات ملاحظہ ہوں:

(۱) حضرت بشار بن غالب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت رابعہ

بصر یہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے لیے بکثرت دعائیں کرتا تھا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ کچھ کہہ رہی ہیں کہ اے بشار بن غالب تمہاری دعائیں ہدیہ کی شکل میں نور کے تھالوں میں ریشمی رومال سے چھپا کر ہمارے پاس آیا کرتی ہیں۔ میں نے کہا وہ کیسے؟ انہوں نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ زندوں کی دعائیں اموات کے لیے مقبول ہو کر نور کے طباق میں رکھ کر ریشمی کپڑے میں سترپوش سے چھپا کر مُردوں کے پاس لائی جاتی ہیں اور لانے والا فرشتہ کہتا ہے کہ یہ فلاں شخص کا ہدیہ ہے جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ قبر میں میت کی مثال کہ جیسے ڈوبنے والا فریاد کرنے والا آدمی۔ ہر وقت قبر میں مُردوں کو انتظار رہتا ہے کہ اس کے باپ یا بیٹوں یا بھائیوں یا دوستوں کی طرف سے دعاؤں اور ایصالِ ثواب (فاتحہ) کا کوئی ہدیہ اس کے پاس آئے گا اور جب ہدیہ آجاتا ہے تو اس کو دنیا بھر کی نعمت پا جانے سے بڑھ کر خوشی حاصل ہوتی ہے۔ (احیاء العلوم، صفحہ: ۴۱۷)

(۲) ایک صالحہ خاتون جسے باہتیہ کہتے تھے۔ بڑی کثرت سے عبادت کرنے والی تھی۔ جب اس کا انتقال ہونے لگا تو اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا اور کہا اے اللہ مجھے مرتے وقت رسوا نہ کرنا اور قبر میں مجھے وحشت میں نہ رکھنا۔ جب وہ انتقال کر گئی تو اس کا لڑکا ہر جمعہ کو ماں کی قبر پر جاتا اور قرآن شریف پڑھ کر اس کا ثواب بخشتا اور اس کے لیے اور تمام قبرستان والوں کے لیے دعا کرتا۔ ایک دن اس لڑکے نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اماں آپ کا کیا حال ہے؟ ماں نے جواب دیا، موت کی سختی بڑی تلخ چیز ہے۔ میں اللہ کی رحمت سے قبر میں بڑی راحت سے ہوں۔ قیامت تک یہی برتاؤ میرے ساتھ رہے گا۔ بیٹے نے پوچھا کہ کوئی خدمت میرے لائق ہو تو فرمائیے۔ ماں نے کہا تُو ہر جمعہ کو میرے پاس آکر قرآنِ پاک پڑھتا ہے، اس کو نہ چھوڑنا۔ جب تو آتا ہے تو سارے قبرستان والے خوش ہو کر مجھے خوش خبری دینے آتے ہیں کہ تیرا بیٹا آ گیا۔ مجھے بھی تیرے آنے سے بڑی خوشی ہوتی ہے اور اُن سب کو بھی بہت خوشی ہوتی ہے۔ وہ لڑکا کہتا ہے کہ مَیں اسی طرح ہر جمعہ کو اہتمام کے ساتھ جاتا تھا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ مردوں اور عورتوں کا بہت

بڑا مجمع میرے پاس آیا۔ میں نے پوچھا تم کون لوگ ہو، کیوں آئے ہو؟ وہ کہنے لگے ہم فلاں قبرستان کے لوگ ہیں، ہم تمہارا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں تم ہر جمعہ کو ہمارے پاس آتے ہو اور ہمارے لیے مغفرت کرتے ہو، اس کو جاری رکھنا۔ (روض الریاحین)

(۳) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبرستان کی سب قبریں ایک دم پھٹ گئیں اور مُردے اس میں سے باہر نکل کر زمین پر سے جلدی جلدی کوئی چیز چُن رہے ہیں، لیکن ایک شخص فارغ بیٹھا ہے، وہ کچھ نہیں چُنتا۔ میں نے اس کے پاس جا کر سلام کیا اور اس سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا چُن رہے ہیں؟ اس نے کہا جو لوگ کچھ صدقہ، دعا، تلاوت، نفل، درود وغیرہ کر کے اِس قبرستان والوں کو بھیجتے ہیں، یہ اس کی برکات سمیٹ رہے ہیں۔ میں نے کہا تم کیوں نہیں چُنتے؟ اس نے کہا مجھے اس وجہ سے استغنا ہے کہ میرا ایک لڑکا جو فلاں بازار میں زلابیہ (حلوے کی ایک قسم ہے جو منہ سے چپک جاتی ہے) بیچتا ہے۔ وہ روزانہ مجھے ایک قرآن شریف پڑھ کر بخشتا ہے۔

اگلے روز میں صبح اُٹھ کر اُسی بازار میں گیا۔ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ زلابیہ فروخت کر رہا ہے اور اس کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ میں نے پوچھا تم کیا پڑھ رہے ہو؟ اس نے کہا میں روزانہ ایک قرآن پاک ختم کر کے اپنے والد کو ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ اس قصّے کے ایک عرصے بعد میں نے پھر ایک مرتبہ اس قبرستان کے آدمیوں کو اسی طرح چُنتے ہوئے دیکھا اور اس مرتبہ اُس شخص کو چُنتے دیکھا جس سے پہلی مرتبہ بات ہوئی تھی۔ پھر میری آنکھ کھل گئی مجھے اس پر تعجب تھا صبح اُٹھ کر اسی بازار میں گیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس لڑکے کا انتقال ہو گیا ہے۔ (روض الریاحین)

(۴) حضرت صالح مری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جمعہ کی شب میں اخیر رات میں جامع مسجد جا رہا تھا کہ صبح کی نماز وہاں پڑھوں۔ صبح میں دیر تھی، راستے میں ایک قبرستان تھا، وہاں ایک قبر کے قریب بیٹھ گیا، بیٹھتے ہی میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ سب قبریں پھٹ گئیں اور ان میں سے سب مُردے نکل کر آپس میں

ہنسی خوشی باتیں کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک نوجوان بھی نکلا جس کے کپڑے میلے تھے وہ مغموم سا ایک طرف بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں آسمان سے بہت سے فرشتے اترے جن کے ہاتھوں میں تھال تھے جن پر نور کے رومال سے تھے۔ فرشتے ہر مُردے کو ایک تھال دیتے تھے جو مردہ لے لیتا تھا وہ اپنی قبر میں چلا جاتا تھا۔ جب سب لے چکے تو یہ نوجوان بھی خالی ہاتھ اپنی قبر میں جانے لگا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے تم اس قدر غمگین کیوں ہو اور یہ تھال کیسے تھے؟ اس نے کہا یہ اس صدقہ اور دعا کے تھے جو زندہ لوگ اپنے اپنے مُردوں کو بھیجتے ہیں۔ میرا کوئی اور تو ہے نہیں جو بھیجے۔ ایک بھائی ہے مگر وہ دنیا میں پھنس رہا ہے۔ مجھے کبھی بھی یاد نہیں کرتا۔ میں نے اس سے اس کے بھائی کا پتہ پوچھا اور صبح اس پتے پر جا کر اس لڑکے کا پوچھا اور یہ خواب اسے سنایا۔ اس نے کہا بے شک وہ میرا بھائی تھا۔ پھر اس نے مجھے ایک ہزار درہم دیئے کہ میرے بھائی کے لیے صدقہ کر دینا اور میں آئندہ اس کو دعا اور صدقہ سے یاد کروں گا، کبھی نہ بھولوں گا۔ حضرت صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں نے پھر خواب میں اس مجمع کو اسی طرح دیکھا اور اس نوجوان کو بھی بڑی اچھی پوشاک میں بہت خوش دیکھا۔ وہ میری طرف دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ کا ہدیہ میرے پاس پہنچ گیا۔ (روض الریاحین)

فائدہ: یہ تو ہوا عام اہلِ اموات کا حال۔ اولیا اللہ جب کہ مزارات میں خوش حال اور ہر غم وحزن سے مامون ومحفوظ ہیں۔ ان کے ہاں حاضری سے کتنے فوائد مرتب ہوں گے اور وہ صدقہ وخیرات اور استغفار ودعا اور قرآن خوانی سے خوش ہو کر زائرین کو کتنا نوازتے ہوں گے۔

(ج) حضرت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ”عقل بھی چاہتی ہے کہ عرسِ بزرگان عمدہ چیز ہو (اوّلاً) تو اس لیے کہ عرس زیارتِ قبور اور صدقہ و خیرات کا مجموعہ ہے۔ زیارتِ قبور بھی سنّت اور صدقہ بھی سنّت تو دو سنّتوں کا مجموعہ حرام کیوں کر ہو گیا۔ مشکوٰۃ باب زیارت القبور میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہم نے تم کو زیارتِ قبور سے منع فرمایا تھا ”**الا فزوروا**“ اب زیارت کیا کرو۔ اس سے ہر طرح کی زیارتِ قبور کا

جواز معلوم ہوا خواہ روزانہ ہو یا سال کے بعد، خواہ تنہا زیارت کے لیے جائے یا کہ جمع ہو کر۔ اب اپنی طرف سے قید لگانا کہ مجمع کے ساتھ زیارت کرنا منع ہے، سال کے بعد مقرر کر کے زیارت کرنا منع ہے محض لغو ہے۔ معین کر کے ہو یا بغیر معین کے ہر طرح جائز ہے۔“ (دوئم) اس لیے کہ عرس کی تاریخ مقرر ہونے سے لوگوں کے جمع ہونے میں آسانی ہوتی ہے اور لوگ جمع ہو کر قرآن خوانی، کلمہ طیبہ، درودِ پاک وغیرہ پڑھتے ہیں۔ بہت سی برکات جمع ہو جاتی ہیں۔ (سوئم) اس لیے کہ ایک پیر کے مریدین اس تاریخ میں اپنے پیر بھائیوں سے بلا تکلف مل لیتے ہیں جس سے ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوتی ہے اور آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ (چوتھے) اس لیے کہ طالبان کو پیر تلاش کرنے میں آسانی ہے۔ اگر کسی عرس میں پہنچے جہاں اس سلسلے کے بزرگانِ دین جمع ہوئے ہیں۔ عمدہ صوفیہ کا مجمع ہوتا ہے۔ سب کو دیکھے اور جس سے عقیدت ہو اس سے بیعت کرے۔

آخر حج اور زیارتِ مدینہ منورہ بھی تاریخِ مقررہ میں ہی ہوتے ہیں۔ اس میں بھی اوپر لکھے گئے فوائد ملحوظ ہیں۔ ہم نے دیوبندی اکابر کی قبریں دیکھی ہیں، نہ وہاں رونق نہ کوئی فاتحہ خواں، نہ اُن کو ایصالِ ثواب نہ کسی کو اِن سے اور نہ کسی سے اُن کو فیض۔ اُمورِ خیر بند کرنے کی یہ برکات ہیں۔ (جاء الحق)

(د) اولیائے کرام کے وسیلۂ جلیلہ سے مشکلات حل ہوتی ہیں اور یہ احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے۔ چند روایات حاضر ہیں:

(۱) محدث طبرانی اور ابن احمد بن حنبل اور امام بغوی نقل فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”**ان اللہ سیدفع بالمسلم الصالح عن مائۃ اھل بیت من جیرانہ البلاء**“، یعنی اللہ تعالیٰ ایک نیکوکار مسلمان کے سبب اُس کے پڑوس کے ایک سو گھروں سے بلائیں دفع فرماتا ہے۔

(۲) طبرانی میں حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے کہ جو شخص ہر روز ستائیس مرتبہ مومن مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگتا ہے وہ مستجاب الدعوات لوگوں میں داخل

ہو جاتا ہے۔ "ویرزق بھم اھل الارض" اور اس کے سبب سے تمام روئے زمین والوں کو روزی دی جاتی ہے۔

(۳) بخاری شریف میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے "ھل تنصرون وترزقون الا بضعفاء کم" تمہیں تمہارے کمزوروں کے طفیل نصرت ورزق دیا جاتا ہے۔

(۴) طبرانی نے حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "الابدال فی امتی ثلاثون بھم تقوم الارض وبھم تمطرون و بھم تنصرون" میری اُمت میں تیس ابدال ہیں ان کے طفیل زمین قائم ہے اور ان کے وسیلے سے تمہیں بارش دی جاتی ہے اور ان کے سبب سے تمہیں نصرت ملتی ہے۔

(۵) ایک اور روایت میں ہے "یسقی بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعدا و یصرف عن اھل الشام بھم العذاب" ان کے وسیلے سے بارشیں ہوتی ہیں اور ان کے سبب سے دشمنوں پر نصرت دی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے اہلِ شام سے عذابِ الٰہی دور کیا جاتا ہے۔

(۶) ایک اور روایت میں ہے "یصرف عن اھل الارض البلاء والغرق" روئے زمین والوں میں سے مصیبتیں اور سیلاب پھیر دیئے جاتے ہیں۔

(۷) ایک اور روایت میں ہے "یحفظ اللہ بھم الارض" اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے روئے زمین کی حفاظت فرماتا ہے۔

(۸) ایک اور روایت میں ہے "فبھم یحیی ویمیت ویمطر وینبت ویدفع البلاء" انہیں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زندہ کرتا، مارتا، بارش، فصل اُگاتا اور بلائیں دفع فرماتا ہے۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے فقیر کا رسالہ "ظہور الکمال فی وجود الابدال" اور رسالہ اردو "جامع الکمال فی احوال الابدال"۔

تصرفاتِ اولیاء مزارات سے

عرس کی حاضری پر اولیائے کرام کو وسیلہ بنا کر دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ جو بحمدہٖ تعالیٰ اکثر مستجاب ہوتی ہیں اور اولیائے کرام مزارات میں بدستور صاحبِ تصرف ہیں۔ چند حوالے حاضر ہیں:

رائیت اربعۃ من المشائخ یتصرفون فی قبورھم کتصرف الاحیاء الولی الکامل المکمل الشیخ عبد القادر الجیلی الشیخ الکبیر الدریا قو المجرب معروف بن محفوظ بن فیروز بن المرزبان الکرخی والشخ الواصل الرحلۃ عقیل المنبجی والشیخ الکامل حیاۃ بن قیس الحرانی رضی اللہ عنھم (قلائد الجواہر، ص: ۳۷)

ترجمہ: میں نے چار بزرگوں کو قبور میں زندوں کی طرح تصرّف کرتے دیکھا ہے۔ وہ ولیِ کامل مکمل عبدالقادر جیلانی، شیخ کبیر معروف کرخی، شیخ عقیل المنبجی اور شیخ کامل حیات بن قیس حرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

قال الشیخ علی القرشی رضی اللہ عنہ رائیت اربعۃ من المشائخ یتصرفون فی قبورھم کتصرف الاحیاء الشیخ عبد القادر والشیخ معروف الکرخی والشیخ عقیل المنبجی والشیخ حیات بن قیس الحرانی رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ (زبدۃ الاسرار للشیخ عبدالحق المحدث دہلوی، ص: ۷)

ترجمہ: شیخ علی قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں میں نے چار ایسے مشائخ دیکھے ہیں جو اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں: ۱۔ شیخ عبدالقادر جیلانی۔ ۲۔ شیخ معروف کرخی ۳۔ شیخ عقیل منبجی ۴۔ شیخ حیات بن قیس حرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۲) حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں ؎

وولانی علی الاقطاب جمعا — فحکمی نافذ فی کل حال

وما منها شهورا و دهور تمرو تنقضی الا اتالی

بلاد الله ملکی تحت حکمی ووقتی قبل قلبی قد صفالی

(۱) مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام قطبوں پر والی وحاکم بنادیا، میرا حکم ہر حال میں نافذ ہے۔

(۲) ماہ وسال گزرنے سے قبل میرے پاس حاضر ہوتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے شہر میری مِلک اور میرے حکم کے تحت ہیں۔ میرا وقت میری جان سے پہلے صاف ہو چکا ہے۔

(۴) قدوۃ الفقہاء خاتم المحققین علامہ محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

ومنهم ختم دائرة الولاية قطب الوجود سيدى محمد شاذلى البكرى الشهير بالحنفى الفقيه الواحد احد من صرفه الله تعالىٰ فى الكون ومكنه من الاحوال ونطق بالمغيبات وخرق له العوائد وقلب له الاعيان۔ (ردالمحتار، جلد: اوّل، ص: ۴۴)

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع میں سے ختم دائرۃ الولایت قطب وجود سیدی محمد شاذلی حنفی، آپ رضی اللہ عنہ ان حضرات میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کائنات میں تصرف، حالات پر قدرت اور مغیبات کے بیان کرنے کی طاقت عطا فرمائی۔ انہیں بے شمار انعامات سے نوازا اور ان کے لیے اعیان کی حقیقت تبدیل کردی۔

اس قسم کے بے شمار حوالہ جات کتبِ اسلامیہ میں موجود ہیں فقیر نے ''فیضانِ اولیا اور فیوضات المزارات'' میں جمع کیے ہیں۔

باب ۲

سوالات وجوابات

سوال ۱: عرس بدعت ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے نہ ائمہ مجتہدین نے اس کے متعلق کچھ لکھا ہے۔

جواب: فقیر نے پہلے لکھا ہے کہ یہ دراصل ایصالِ ثواب کی صورت ہے اور نام بزرگوں کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔ اُصولی طور پر تو بدعت نہیں صرف وہابیوں، دیوبندیوں نے اسے بدعت بنادیا ورنہ ایصالِ ثواب تو بدعت نہیں۔ ہاں طور طریقہ بدلا ہے اور شریعت کا قاعدہ ہے کہ طور طریقے بدلتے رہتے ہیں، اسی طرح نام بھی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے فقیر کا رسالہ ''بدعت ہی بدعت''۔

سوال ۲: جس کو تم بعد موت ولی سمجھتے ہو اور عرس کرتے ہو تم کو کیا معلوم کہ یہ ولی ہے؟ کسی کے خاتمہ پر یقین نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مسلمان مرا یا بے دین ہو کر مرا۔ پھر کسی مُردے کی ولایت کیوں کر معلوم ہوسکتی ہے، بڑے بڑے صالح کافر ہو کر مرتے ہیں۔

جواب: زندگی کے ظاہری احکام بعد موت جاری ہوتے ہیں۔ جو زندگی میں مسلمان تھا بعد موت بھی اس کو مسلمان سمجھ کر اس کی نمازِ جنازہ، کفن، دفن، میراث، شریعت کے حکمِ ظاہر پر ہوتا ہے فقط احتمال معتبر نہیں۔ اسی طرح جو زندگی میں ولی ہو وہ بعد وفات بھی ولی ہے اگر محض احتمال پر احکام جاری ہوں تو کفار کی نمازِ جنازہ پڑھ لیا کرو۔ شاید مسلمان مرا ہو اور مسلمان کو بے جنازہ پڑھے آگ میں جلادیا کرو کہ شاید کافر ہو کر مرا ہو۔ نیز مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب المشی بالجنازہ میں بروایت مسلم و بخاری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک جنازہ گزرا جس کی لوگوں نے تعریف کی، فرمایا ''وَجَبَتْ'' واجب ہوگئی۔ دوسرا جنازہ گزرا جس کی لوگوں نے برائی کی۔ فرمایا ''وَجَبَتْ''، واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ کیا واجب ہوئی؟ فرمایا پہلے کے لیے جنّت اور دوسرے کے لیے دوزخ۔ پھر فرمایا ''اَنْتُمْ

شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ" تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ جس سے معلوم ہوا کہ عامۃ المسلمین جس کو ولی سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی ولی ہے۔ مسلمانوں کے منہ سے وہ ہی بات نکلتی ہے جو کہ اللہ کے یہاں ہوتی ہے۔ اسی طرح جس چیز کو مسلمان ثواب جانیں، حلال جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی باعثِ ثواب اور حلال ہے کیونکہ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں۔ اسی کی حدیث نے تصریح فرمائی "مَارَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ"۔ قرآن فرماتا ہے: وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ" ہم نے تم کو امّتِ عادلہ بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو۔ مسلمان قیامت میں بھی گواہ اور دنیا میں بھی۔ رب تعالیٰ نے قرآن کریم کی حقانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے ثبوت میں حضرت عبداللہ ابن سلام و دیگر بزرگوں کی گواہی پیش فرمائی کہ فرمایا "وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ" جب صالح مؤمنین کی گواہی سے نبوت ثابت کی جاسکتی ہے تو ولایت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوسکتی ہے اور جب اس گواہی سے سارے قرآن پاک کا ثبوت ہوسکتا ہے تو کسی شرعی مسئلے کا ثبوت بدرجہ اولیٰ ہوگا۔

فائدہ: حضرت مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ سوال مکہ مکرمہ میں حرم شریف کے نجدی امام نے ایک مجمع میں کیا تھا۔ ایک مجمع کے سامنے اس کا میں نے یہ ہی جواب دیا تھا جس پر اس نے کہا کہ یہ صحابہ کرام کے لیے تھا، وہ جس کے متعلق گواہی دیں ویسا ہی ہوجائے۔ کیونکہ وہاں فرمایا ہے "اَنْتُمْ" ہم اس خطاب میں داخل نہیں کیونکہ ہم اس وقت موجود نہ تھے۔ میں نے کہا اسی مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے "وَفِيْ رِوَايَةٍ الْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ" ایک روایت میں ہے کہ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں زمین میں۔ اس میں "اَنْتُمْ" نہیں و نیز قرآن میں سارے احکام خطاب کے صیغے سے آئے "اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ" وغیرہم، قرآن کے نزول کے وقت نہ تھے لہٰذا ہم ان تمام احکام سے بری ہیں۔ یہ سب اُمور صرف صحابہ کرام کے لیے تھے۔ قرآن وحدیث کے خطابات قیامت تک کے مسلمانوں کو شامل ہوتے ہیں۔ الحمدللہ کہ امام صاحب کو اس جواب

پر غصّہ تو آ گیا مگر جواب نہ آیا۔ (جاء الحق، جلد اوّل)

سوال ۳۱: حدیث شریف میں ہے "لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا" میری قبر کو عید نہ بناؤ جس سے معلوم ہوا کہ قبر پر لوگوں کا اجتماع میلہ لگانا منع ہے۔ کیونکہ عید سے مراد میلہ ہے اور عرس میں اجتماع ہوتا ہے میلہ لگتا ہے لہٰذا حرام ہے۔

جواب: یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ عید سے مراد ہے لوگوں کا جمع ہونا اور حدیث کے معنی ہیں میری قبر پر جمع نہ ہو تنہا تنہا آیا کرو۔ عید کے دن خوشیاں منائی جاتی ہیں مکانات کی زینت و آراستگی ہوتی ہے، کھیل کود بھی ہوتے ہیں۔ یہ ہی اس جگہ مراد ہے۔ یعنی ہماری قبرِ انور پر حاضر ہو تو باادب آؤ۔ یہاں آکر شور نہ مچاؤ، کھیل کود نہ کرو۔ قبر پر جمع ہونا منع ہے تو آج مدینہ منورہ کی طرف قافلے بھی جاتے ہیں "اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَاهُ" بعد نماز پنجگانہ لوگ جمع ہوکر عرض کرتے ہیں۔ حاجی امداد اللہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں بحثِ عرس میں فرماتے ہیں "لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا" اس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ قبر پر میلہ لگانا اور خوشیاں اور زینت و آراستگی دھوم دھام کا اہتمام یہ ممنوع ہے اور یہ معنی نہیں کہ کسی قبر پر جمع ہونا منع ہے، ورنہ مدینہ منورہ قافلوں کا جانا واسطے زیارتِ روضۂ اقدس کے بھی منع ہوتا "وَهٰذَا بَاطِلٌ" پس حق یہ ہے کہ زیارتِ مقابر انفراداً و اجتماعاً دونوں طرح جائز ہے۔ یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم ہماری قبر پر جلد جلد آیا کرو مثل عید کے سال بھر کے بعد ہی نہ آیا کرو۔ چنانچہ حضرت علامہ سمہودی وفاء الوفا، جلد: ۲، صفحہ: ۴۱۷ میں لکھتے ہیں:

"وقوله صلى الله عليه وسلم لا تجعلو قبري عيدا قال الحافظ المنذري يحتمل ان يكون المراد به الحث على كثرة زيارة قبره صلى الله عليه وسلم وان يهمل حتى لا يزار الا في بعض الاوقات كالعيد الذي لا ياتي في العام الا مرتين قال ويؤيده قوله لا تجعلوا بيوتكم قبورا أي لا تتركو الصلوٰة فيها حتى تجعلوها كالقبور التي لا يصلي فيها ۔ قال السبكي يحتمل ان يكون المراد لا تتخذوا وقتا مخصوصا لا تكون الزيارة الا فيه

ویحتمل ایضًا ان مراد لاتتخذوا فی العید فی العکوف علیه واظهار الزینة والاجتماع وغیر ذالك مایعمل فی الاعیاد بل لا یاتی الا للزیارة والسلام والدعاء ثم ینصرف عنه۔"

ترجمہ: اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قول "**لا تجعلو قبری عیدا**" حافظ منذری نے کہا۔ احتمال ہے کہ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کی کثرت پر ترغیب ہو اور اس امر پر کہ وہ یوں نہ چھوڑی جائے کہ بجز بعض اوقات کے زیارت نہ کی جائے مثل عید کے جو سال میں دو دفعہ کے سوا نہیں آتی۔ کہا منذری نے اس معنی کی تائید کرتا ہے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کہ تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ یعنی ان میں نماز پڑھنا ترک نہ کرو یہاں تک کہ تم ان کو قبروں کی مثل بناؤ کہ جن میں نماز نہیں پڑھی جاتی۔ امام سبکی نے کہا احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ تم قبر شریف کے لیے خاص وقت مقرر نہ کرو بجز اُس وقت کے زیارت نہ ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ تم قبر شریف کو مثل عید نہ سمجھو کہ اس کی پوجا کرنے لگو اور زینت واجتماع وغیرہ ظاہر کرنے لگو جو عیدوں میں معمول ہیں۔ بلکہ زائر فقط زیارت اور سلام اور دعا کے لیے آئے پھر وہاں سے چلا جائے۔ بہر حال اس حدیث سے عرس کو ناجائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

سوال ۱۴ : شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ عزیزیہ میں عرس کو ناجائز لکھتے ہیں۔

جواب: سوال میں صرف ناجائز اپنی طرف سے کہہ دیا گیا حالانکہ شاہ صاحب موصوف حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

"رفتن بر قبور بعد سالے یک روز معین کردہ سہ صورت است اول آنکہ یک روز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر بر قبور محض بنا بر زیارت و استغفار بروند۔ این قدر از روئے روایت ثابت است و در تفسیر در منثور نقل نمودہ کہ ہر سر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بر مقابر میر فتند و دعا برائے مغفرت اہل قبور مے

نمودند۔ ایں قدر ثابت و مستحب است۔ دوم آنکہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ معمول کنند۔ و فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضران نمایند۔ ایں قسم معمول در زمانۂ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نہ بود۔ اگر کسے ایں طور بکند باک نیست زیرا کہ دریں قسم قبیح نیست بلکہ فائدہ احیاء اموات را حاصل میشود۔ سوم طور جمع شدن بر قبور نیست کہ مردمان یک روز معین نمودہ و لباس ہائے فاخرہ و نفیس پوشیدہ مثل روز عید شادمان شدہ بر قبر جمع میشود۔ رقص و مزامیر و دیگر بدعات ممنوعہ مثل سجود برائے قبور و طواف کردن قبور مینمائند۔ ایں قسم حرام و ممنوع است بلکہ بعضے بہ حد کفر میر سند دھمین است محمل ایں دو حدیث "لاتجعلو قبری عیدا" چنانچہ در مشکوٰۃ شریف موجود است و اللھم لا تجعل قبری۔ وثنا یعید ایں ہم در مشکوٰۃ است۔ (فتاویٰ عزیزیہ، جلد اوّل، صفحہ: ۳۸)

ترجمہ: سال کے بعد قبور پر جانے کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) کوئی دن مقرر کرکے ایک یا دو شخص بغیر ہیئت کذائیہ بہت سارے لوگ قبور پر جائیں ان کا مقصد صرف زیارت اور استغفار ہو اتنا قدر از روایات سے ثابت ہے۔ در منثور میں منقول ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر سال قبروں پر تشریف لے جا کر اہلِ قبور کے لیے دعائے مغفرت فرماتے اتنا قدر ثابت اور مستحب ہے۔ (۲) ہیئتِ کذائیہ بہت لوگ قبور پر جمع ہوکر کلام اللہ کا ختم کریں اور شیرینی یا طعام پر فاتحہ دلا کر عوام حاضرین میں تقسیم کریں۔ اس قسم کا عمل حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانۂ اقدس میں نہ تھا۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ کوئی بُرا عمل نہیں بلکہ اس سے زندوں سے اموات کو فائدہ پہنچتا ہے۔ (۳) ایسے طریقے سے قبور پر جمع ہوں کہ لوگ ایک دن قبور پر جمع ہونے کے لیے مقرر کریں اور لباسِ فاخرہ و نفیس پہن کر عید پر آنے کی طرح آئیں، خوشیاں منانے کے لیے قبور پر جمع ہوں، پھر رقص کریں سرور گانے وغیرہ کی محفلیں جمائیں۔ یونہی دیگر بدعاتِ ممنوعہ جیسے قبروں کو سجدہ و طواف کریں۔ یہ تیسری قسم حرام و ممنوع ہے بلکہ بعض اُمور تو کفر کی حد تک لے جاتے

ہیں ۔ان دونوں حدیثوں کا مطلب بھی یہی ہے ۔(۱) میری قبر کو عید نہ بناؤ یہ حدیث مشکوٰۃ میں ہے ۔(۲) "اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یَعْبُدُهٗ" یا اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پرستش کی جائے ۔یہ حدیث بھی مشکوٰۃ میں ہے ۔

تبصرۂ اُویسی

سوال میں پہلی دو قسمیں چھوڑ کر تیسری کو لے کر مبہم سوال کر دیا گیا ہے، جس کے ہم بھی قائل نہیں ۔جس کی مختصر بحث آخر میں آئے گی ۔

سوال ۵: عام عرسوں میں عورتوں مردوں کا اختلاط ہوتا ہے، ناچ رنگ ہوتے ہیں، غلط طریقے کی قوالیاں ہوتی ہیں غرض کہ عرسِ بزرگان صدہا محرمات کا مجموعہ ہے فلہٰذا حرام ہے ۔

جواب: کسی جائز کام میں حرام چیزوں کا مل جانا اصل مسئلے کو حرام نہیں کرتا بلکہ حرام حرام اور حلال حلال رہتا ہے ۔چند حوالے حاضر ہیں: (۱) شامی بحث زیارۃ القبور میں ہے: "ولا تترک لما یحصیل عندھا من منکرات ومفاسد کاختلاط الرجال بالنساء وغیر لا تترک لمثل ذلک بل علی الانسان فعلھا وانکار البدع قلت ویؤیدہ مر من عدم ترک اتباع الجنازۃ وان کان معھا نساء نائحات"، زیارت اس لیے نہ چھوڑ دے کہ وہاں ناجائز کام ہوتے ہیں جیسے کہ عورت کا خلط کیوں کہ ان جیسی ناجائز باتوں سے مستحبات نہیں بلکہ انسان پر ضروری ہے کہ زیاراتِ قبور کرے اور بدعت کو روکے ۔اس کی تائید وہ گزشتہ مسئلہ کرتا ہے جنازے کے ساتھ جانا نہ چھوڑے اگرچہ اس کے ساتھ نوحہ کرنے والیاں ہوں ۔فتح مکہ سے پہلے خانۂ کعبہ میں بت تھے اور کوہِ صفا و مروہ پر بھی بت تھے مگر بتوں کی وجہ سے مسلمانوں نے نہ طواف چھوڑا نہ عمرہ ۔ہاں جب اللہ نے قدرت دی تو بتوں کو مٹا دیا ۔آج بازاروں میں، ریل کے سفروں میں اور دنیاوی جلسوں میں عورتوں مردوں کا اختلاط ہوتا ہے خود حاجیوں کے جہازوں میں بعض وقت طواف میں منیٰ مزدلفہ میں اختلاطِ مرد و زن ہو جاتا ہے مگر ان کی وجہ سے اصل شئے

کو کوئی منع نہیں کرتا ۔دینی مدارس میں بھی اکثر اوقات بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں مگر ان کی وجہ سے نفسِ مدرسہ حرام نہیں ۔اسی طرح عرس ہے کہ عورتوں کا وہاں جانا حرام ہے، ناچ رنگ حرام ہیں لیکن ان کی وجہ سے اصل عرس کیوں حرام ہو بلکہ وہاں جا کر ان جیسی ناجائز رسموں کو روکو، لوگوں کو سمجھاؤ ۔دیکھو جدا بن قیس منافق نے عرض کیا تھا کہ مجھے غزوۂ تبوک میں شریک نہ فرمائیے کہ روم و شام کی عورتیں بہت خوبصورت ہیں اور میں عورتوں کا شیدائی ہوں ۔مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے ۔مگر قرآن کریم نے اس عذر کی تردید یوں فرمائی کہ "اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌ بِالْكٰفِرِیْنَ" اس عذر کو رب نے کفر اور ذریعۂ جہنم بتایا ۔دیکھو تفسیرِ کبیر و روح البیان ۔یہ ہی عذر آج دیو بندی محض مستحسن کاموں سے روکنے کے لیے کرتے ہیں ۔

آج شادی بیاہ میں صدہا حرام رسمیں ہوتی ہیں جن سے مسلمان تباہ بھی ہوتے ہیں اور گنہگار بھی لیکن ان رسوم کی وجہ سے کوئی نکاح کو حرام کہہ کر بند نہیں کرتا ۔

تبصرہ: قوالی جو آج کل عام طور پر مروج ہے جس میں گندے مضامین کے اشعار گائے جاتے ہیں اور فاسق اور اَمردوں کا اجتماع ہوتا ہے اور محض آواز پر رقص ہوتا ہے یہ واقعی حرام ہے لیکن اگر کسی جگہ تمام شرائط سے قوالی ہو گانے والے اور سننے والے اہل ہوں تو اس کو حرام نہیں کہہ سکتے ۔بڑے بڑے صوفیہ کرام نے خاص قوالی کو اہل کے لیے جائز فرمایا ہے اور نا اہل کو حرام ۔اس کی اصل وہ حدیث ہے جو مشکوٰۃ کتاب المناقب باب المناقب عمر میں ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے ایک لونڈی دف بجا رہی تھی صدیقِ اکبر آئے تو بجاتی رہی ۔عثمان غنی آئے بجاتی رہی ۔مگر جب فاروقِ اعظم آئے (رضی اللہ عنہم اجمعین) تو دف اپنے نیچے ڈال کر بیٹھ گئی ۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر تم سے شیطان خوف کرتا ہے ۔سوال یہ ہے کہ یہ دف بجانا شیطانی کام تھا کہ نہیں ۔اگر تھا تو کیا حضور ﷺ اور صدیقِ اکبر و عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے شیطان نے خوف نہ کیا اور اس میں خود حضور ﷺ اور ان کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے شرکت کیوں کی ۔اگر شیطانی کام نہ تھا تو حضور ﷺ کے اس

فرمان کے کیا معنی؟ جواب وہی ہے کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے سے قبل یہ ہی کام شیطانی نہ تھا، ہوتا رہا اور فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آتے ہی شیطانی بن گیا، بند ہوگیا۔ اسی لیے صوفیہ کرام نے اس پر چھ شرطیں لگائی ہیں۔ ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مجلس میں کوئی غیر اہل نہ ہو ورنہ شیطان کی اس میں شرکت ہوگی جیسے کہ مجلسِ طعام میں اگر کوئی شخص بغیر بسم اللہ کھانا شروع کردے تو شیطان بھی اس میں شریک ہوجاتا ہے۔
اس سے لازم یہ نہیں کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا درجہ کچھ کم ہے بلکہ صحابۂ کرام کے مشرب علیٰحدہ علیٰحدہ ہیں بعض پر اتباع غالب بعض پر جذبۂ محبت غالب۔ اس لیے اثرات مختلف تھے۔ اگر کوئی غوث یا قطب بغیر بسم اللہ کھانے میں شرکت کریں تو ان میں شیطان کی شرکت ہوجاتی ہے اس سے غوث کی توہین نہیں ہوتی۔

شامی جلد پنجم کتاب الکراہیت فصل فی اللبس سے کچھ قبل ہے "اله اللهو ليست بحرمه بعينها بل تقصد اللهو منها الا ترىٰ ان ضرب تلك الاله بعينها احل تارة و حرم اخرىٰ وفيه دليل لسادتنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها اموراهم اعلم بها فلا يبادر المعترض انكار كى لا يجرم بر كتهم فانهم السادة الاخيا۔"

ترجمہ: آلۂ لہو حرام بعینہٖ نہیں کیا معلوم نہیں کہ کبھی ان آلات کو استعمال کرنا حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام۔ اس میں ہمارے سادات ان صوفیہ کی دلیل ہے جو ان سے کئی اُمور کے سماع کا کبھی قصد کرتے ہیں اور وہ انہیں خوب جانتے ہیں فلہٰذا معترض اس پر فتاویٰ لگانے میں عجلت نہ کرے تاکہ ان کی برکات سے محروم نہ ہو۔ کیونکہ وہ اللہ کے برگزیدہ اور ہمارے سردار ہیں۔ تفسیراتِ احمدیہ، پارہ ۲۱، سورہ لقمان زیرِ آیت "وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ" میں اس قوالی کی بہت تحقیق فرمائی۔ آخر فیصلہ یہ فرمایا کہ قوالی اہل کے لیے حلال ہے اور نااہل کو حرام۔ پھر فرماتے ہیں "وبه تاخذ لانا شهدنا انه نشاء من قوم كانوا عارفين ومحبين لرسول الله وكانو معذورين لغلبة الحال و

يستكبرون السماع الغناء وكانوا يحسبون ذلك عبادة اعظم و جهاد اكبر فيحل لهم خاصة انتهى ملخصًا۔

ترجمہ: اور اسی کو ہم لیتے ہیں کیونکہ یہ ایسے لوگوں کا طریقہ ہے کہ وہ عارف باللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے عاشق ہیں لیکن غلبۂ حال کی وجہ سے معذور ہیں۔ وہ سماع بکثرت سنتے اور وہ اسے بڑی عبادت اور بڑا جہاد سمجھتے، اسی لیے یہ صرف ان کے لیے جائز ہوگا۔

حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں بحث عرس قوالی کے متعلق فرماتے ہیں: محققین کا قول یہ ہے کہ اگر شرائطِ جواز جمع ہوں اور عوارض مانع مرتفع ہوجاویں تو جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔ مولوی رشید احمد صاحب فتاویٰ رشیدیہ کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۶۱ پر فرماتے ہیں بلا مزامیر راگ کا سننا جائز ہے۔ اگر گانے والا محلِ فساد نہ ہو اور مضمون راگ کا خلافِ شرع نہ ہو اور موافق موسیقی کے ہونا کچھ حرج نہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ قوالی اہل کے لیے شرائط کے ساتھ جائز ہے اور بلا شرائط اور نا اہل کے لیے حرام ہے۔ قوالی کی شرائط علامہ شامی نے اس کتاب الکراہیت میں چھ بیان فرمائی ہیں: (۱) مجلس میں کوئی اَمرد بے داڑھی کا لڑکا نہ ہو اور (۲) ساری جماعت اہل کی ہو، ان میں کوئی نااہل نہ ہو (۳) قوال کی نیت خالص ہو اُجرت لینے کی نہ ہو (۴) لوگ بھی کھانے اور لذّت لینے کی نیت سے نہ جمع ہوں (۵) بغیر غلبہ کے وجد میں کھڑے نہ ہوں (۶) اشعار خلافِ شرع نہ ہوں اور قوالی کا اہل وہ ہے کہ اس کو وجد کی حالت میں اگر کوئی تلوار مارے تو خبر نہ ہو۔ بعض صوفیہ فرماتے ہیں کہ اہل وہ ہے کہ اگر سات روز تک اس کو کھانا نہ دیا جائے۔ پھر ایک طرف کھانا ہو اور دوسری طرف گانا تو کھانا چھوڑ کر گانا اختیار کرے۔ ہماری اس گفتگو کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آج کل کی عام قوالیاں حلال ہیں یا عام لوگ قوالی سنیں بلکہ ہم نے بہت سے مخالفین کو سنا کہ وہ اکابر صوفیہ عظام کو محض قوالی کی بنا پر گالیاں دیتے ہیں اور قوالی کو مثلِ زنا کے حرام کہتے ہیں۔ اس لیے عرض کرنا پڑا کہ خود تو قوالی نہ سنو مگر وہ اولیا اللہ جن سے سماع ثابت ہے ان کو بُرا نہ کہو۔ قوالی ایک درد کی دوا ہے جن کو درد ہو وہ پیے، جس کو نہ ہو وہ نہ پیے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نہ ایں کرامی کنم د نہ انکاری کنم یعنی نہ میں یہ کام کرتا ہوں اور نہ اس کا انکار کرتا ہوں۔

سوال ۶: اگر یہ قاعدہ صحیح ہے کہ حلال کام میں حرام مل جانے سے حلال نہیں بن جاتا تو تعزیہ داری بت پرستوں کے میلے، کھیل، تماشے، سنیما، تھیٹر وغیرہ سب جائز ہوئے کہ ان میں کوئی نہ کوئی کام جائز بھی ہوتا ہے۔ وہاں بھی یہ ہی کہو کہ یہ مجمع حرام نہیں بلکہ ان میں جو برے کام ہیں وہ حرام ہیں، جو جائز ہیں وہ حلال۔ نیز فقہا فرماتے ہیں کہ جس ولیمہ میں ناچ رنگ دسترخوان پر ہو وہاں جانا منع ہے حالانکہ قبولِ دعوت سنّت مگر حرام کام کے ملنے سے حرام ہوگئی۔ اسی طرح عرس بھی ہے مخالفین کا یہ انتہائی اعتراض ہے۔

جواب: ایک ہے حرام کا فعل حلال میں شامل ہونا ایک ہے داخل ہونا جہاں کہ فعلِ حرام اس کا جزو بن جائے کہ اس کے بغیر وہ کام ہوتا ہی نہ ہو اور اگر ہوتا ہو تو اس کا یہ نام نہ ہوا اس صورت میں حرام کام حلال کو بھی حرام کر دے گا اور اگر فعلِ حرام اس طرح جز ہو کر داخل نہ ہو گیا ہو بلکہ کبھی اس میں ہوتا ہو اور کبھی نہیں جس کو خلط کہتے ہیں تو یہ حرام اصل حلال کو حرام نہ کر دے گا۔ جیسے کہ پیشاب کپڑے میں لگ گیا اور پانی میں پڑ گیا۔ کپڑے کا جزو تھا پانی کا جزو بن گیا تو احکام میں بہت فرق پڑ گیا۔ نکاح، سفر، بازار وغیرہ میں محرمات شامل ہو جاتے ہیں مگر ان کا جزو نہیں سمجھے جاتے کہ ان کے بغیر اس کو نکاح ہی نہ کہا جائے اور تعزیہ داری میں اسراف باجے ناجائز میلے اس طرح جزو بن کر داخل ہوئے کہ تعزیہ داری وغیرہ اس سے خالی نہیں ہوتی اور اگر خالی ہو تو اس کو تعزیہ داری نہیں کہتے۔ اگر کوئی شخص کربلا معلّٰی کا نقشہ بنا کر گھر میں رکھ لے نہ تو زمین میں دفن کرے نہ یہ محرمات ہوں تو جائز ہے کیونکہ غیر جاندار کی تصویر بنانا مباح ہے۔ الحمدللہ کہ عرس میں ناچ گانا وغیرہ داخل نہیں ہوا۔ بہت سے عرس اس محرمات سے خالی ہوتے ہیں اور ان کو عرس ہی کہا جاتا ہے۔ سرہند شریف میں مجدد صاحب رضی اللہ عنہ کا عرس بالکل محرمات سے خالی ہوتا ہے، اسی طرح بریلی شریف، مارہرہ شریف میں بھی شرع کا پاس، لحاظ رکھا جاتا ہے۔ عام طور پر لوگ حضرت آمنہ خاتون، سیّد عبداللہ، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم کا عرس کرتے ہیں، صرف مجلسِ وعظ اور تقسیم طعام شیرینی ہوتی ہے۔ نیز ہر دعوت قبول کرنا سنّت نہیں۔ نابالغ بچے کی دعوت، اہلِ میّت کی مروجہ دعوت، اغنیا کو جس کے یہاں صرف حرام کا ہی مال ہو اس کی دعوت قبول کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح جس ولیمہ

میں ناچ و رنگ خاص دسترخوان پر ہو اس کا قبول کرنا منع ہے۔ بخلاف زیارتِ قبور کے کہ وہ بہر حال سنّت ہے لہٰذا حرام کام کے اختلاط سے دعوت تو سنّت ہی نہ بنی اور زیارتِ قبور چونکہ مطلقاً سنّت تھی وہ حرام نہ ہوئی جیسے کہ شرکتِ دفن بہر حال سنّت ہے تو اگر وہاں محرمات ہوں تو اس سے یہ سنّت حرام نہ ہوگی۔ بہت باریک فرق ہے، خیال رکھنا چاہیے۔

سوال ۷: حدیث شریف میں ہے "لا تشدوا الرحال الا الی ثلاث مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ و مسجد ھذا"۔ تین مساجد کے سوا کی طرف کجاوے نہ کسا کرو یعنی سفر نہ کیا کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ سوائے تین مساجد کے کہیں سفر ناجائز ہے اور تم عرسوں پر طویل سفر کرتے ہو لہٰذا ناجائز ہے۔

جواب: اس حدیث شریف کی تحقیق میں فقیر کا رسالہ ہے "نہایۃ الکمال فی تحقیق لا تشدوا الرحال"۔ یہاں بقدر ضرورت عرض ہے حدیث شریف میں حصر ہے کہ صرف تین مساجد کا سفر کرو۔ حالانکہ سفر شرعاً پانچ قسم ہے اس سے حصر ٹوٹ گئی۔ ماننا پڑے گا کہ یہاں حصر حقیقی نہیں، اضافی ہے اور مساجدِ ثلاثہ کے علاوہ مسجدِ قبا کا سفر بھی تو ہے۔ اسی لیے علمائے کرام نے فرمایا کہ سفر پانچ قسم ہے کیونکہ سفر کا حکم اس کے مقصد کی طرح ہے یعنی حرام کام کے لیے سفر کرنا حرام، جائز کے لیے جائز اور سنّت کے لیے سنّت نیز فرض کے لیے فرض، حج فرض کے لیے سفر بھی فرض۔ کبھی جہاد و تجارت کے لیے سفر سنّت ہے کیونکہ یہ کام خود سنّت ہیں۔ روضۂ مصطفیٰ ﷺ کی زیارت کے لیے سفر واجب ہے کیوں کہ یہ زیارت واجب۔ دوستوں کی ملاقات، شادی، ختنہ میں اہلِ قرابت کی شرکت، اطبا سے علاج کرانے کے لیے سفر جائز کیوں کہ یہ چیزیں خود جائز ہیں۔ چوری ڈکیتی کے لیے سفر حرام ہے کیوں کہ یہ کام خود حرام ہیں۔ غرض کہ سفر کا حکم معلوم کرنا ہو تو اس کے مقصد کا حکم دیکھ لو۔ عرس خاص زیارتِ قبر کا نام ہے اور زیارتِ قبر تو سنّت ہے لہٰذا اس کے لیے سفر بھی سنّت ہی شمار ہوگا قرآن کریم میں بہت سفر ثابت ہیں "ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ"۔ جو شخص اپنے گھر سے ہجرت کے لیے اللہ اور رسول کی طرف نکل گیا پھر اس کو موت آ گئی تو اس کا اجر عند اللہ ثابت ہو گیا۔

سفرِ ہجرت ثابت ہوا: لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ○ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۔ (سورہ قریش) اس لیے کہ قریش کو میل دلایا ان کے جاڑے اور گرمی کے دونوں سفروں میں، سفرِ تجارت ثابت ہوا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ۔ (الکہف: ٦٠) اور یاد کرو جب کہ موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں باز نہ رہوں گا جب تک کہ وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کے لیے گئے مشائخ کی ملاقات کے لیے سفر کرنا ثابت ہوا۔

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۔ (یوسف: ٨٧) اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور ان کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ یعقوب علیہ السلام نے فرزندوں کو تلاشِ یوسف کے لیے حکم فرمایا۔ تلاشِ محبوب کے لیے سفر ثابت ہوا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ۔ (یوسف: ٩٣) میرا یہ کُرتا لے جاؤ اور میرے باپ کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں کھُل جائیں گی۔ علاج کے لیے سفر کرنا ثابت ہوا۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ ۔ (یوسف: ٩٩) پھر جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی۔ ملاقاتِ فرزند کے لیے سفر جائز ہوا۔

فرزندانِ یعقوب علیہ السلام نے والد ماجد سے عرض کیا۔ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ (یوسف: ٦٣) ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے ہم غلہ لائیں گے اور ان کی حفاظت کریں گے۔ روزی حاصل کرنے کے لیے سفر ثابت ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا: اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۔ (طٰہٰ: ٢٤) فرعون کی طرف جاؤ کیوں کہ وہ سرکش ہو گیا ہے تبلیغ کے لیے سفر ثابت ہوا۔

مشکوٰۃ کتاب العلم میں ہے: "مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ سَبِیْلِ اللّٰهِ" جو شخص

تلاشِ علم میں نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ حدیث میں ہے "اطلبوا العلم ولو کان بالصین" علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو۔ کریما میں ہے ؎

طلب کردن علم شد بر تو فرض — وگر واجب است از پیش قطع ارض

علم طلب کرنا تجھ پر فرض ہے اس کے لیے سفر بھی ضروری ہے۔ طلبِ علم کے لیے سفر ثابت ہوا۔ گلستان میں ہے ؎

برو اندر جہاں تفرج کن — پیش انسان روز کز جہاں بروی

جاؤ دنیا کی سیر کرو مرنے سے پہلے۔ سیر کے لیے سفر ثابت ہوا۔ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ۔ (النمل: ٦٩) تو فرماؤ زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ کیسا ہوا انجام مجرموں کا۔ جن ملکوں پر عذابِ الٰہی آیا ان کو دیکھ کر عبرت پکڑنے کے لیے سفر ثابت ہوا۔

فائدہ: جب اس قدر سفر ثابت ہوئے تو مزاراتِ اولیا کی زیارت کے لیے سفر بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوا۔ یہ حضرات طبیبِ روحانی ہیں اور ان کے فیوض مختلف۔ ان کے مزارات پر پہنچنے سے شانِ الٰہی نظر آتی ہے کہ اللہ والے بعد وفات بھی دنیا پر راج کرتے ہیں۔ اس سے ذوقِ عبادت پیدا ہوتا ہے۔ ان کے مزارات پر دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ شامی جلد اوّل بحث زیارتِ قبور میں: "وهل تندب الرحلة لها کما اعتید من الرحلة الی زیارة خلیل الرحمن و زیارة السید البدوی لم ار من صرح به من ائمتنا منع منه بعض لا نشر الشافعیة قیاسا علیٰ منع الرحلة بغیر المسجد الثلث وزده الغزالی بوضوح الفرق" اور آیا زیارتِ قبور کے لیے سفر کرنا مستحب ہے جیسے آج کل خلیل اللہ علیہ السلام اور سید بدوی علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لیے سفر کرنے کا رواج ہے۔ میں نے ائمہ میں سے کسی کی تصریح نہیں دیکھی بعض شافعی علما نے منع کیا ہے غیر مسجدوں کے سفر پر قیاس کر کے لیکن امام غزالی رضی اللہ عنہ نے اس منع کی تردید کر دی، فرق واضح فرما دیا۔ شامی میں اسی جگہ ہے: "واما الاولیاء فانهم متفاوتون فی القرب الی الله و نفع الزائرین بحسب معارفهم اسرارهم" لیکن اولیا اللہ تقرب الی اللہ و

زائرین کو نفع پہنچانے میں مختلف ہیں بقدر اپنے معرفت و اسرار کے۔ مقدمہ شامی میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں:
"انی کاتبرك بابی حنیفة واجی الیٰ قبرہ فاذ عرضت لی حاجة صلیت رکعتین رصالة اللہ عنه تیرہ فتقضیٰ سریعا" میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اوران کی قبر پر آتا ہوں۔ حاجت درپیش ہوتی ہے تو دو رکعتیں پڑھتا ہوں اوران کی قبر کے پاس جاکر اللہ سے دعا کرتا ہوں تو حاجت پوری ہوتی ہے۔ اس سے چند اُمور ثابت ہوئے، زیارتِ قبور کے لیے سفر کرنا۔ کیوں کہ امام شافعی اپنے وطن فلسطین سے بغداد آتے تھے امام ابوحنیفہ کی قبر کی زیارت کے لیے رضی اللہ عنہم۔ صاحبِ قبر سے برکت لینا، ان کی قبروں کے پاس جاکر دعا کرنا، صاحبِ قبر کے ذریعے حاجت روائی جاننا نیز زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کے لیے سفر کرنا ضروری ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ، جلد اوّل، کتاب الحظر و اباحۃ صفحہ ۵۹ میں ہے: زیارتِ بزرگان کے لیے سفر کر کے جانا علمائے اہلِ سنّت میں مختلف ہے۔ بعض درست کہتے ہیں اور بعض ناجائز۔ دونوں اہلِ سنّت کے علما ہیں۔ مسئلہ مختلفہ ہے، اس میں تکرار درست نہیں اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال ہے۔ رشید احمد عفی عنہ۔ اب کسی دیوبندی کو حق نہیں کہ سفرِ عرس سے کسی کو منع کرے کیوں کہ مولوی رشید احمد صاحب تکرار منع فرماتے ہیں اور اس کا فیصلہ نہیں فرما سکتے۔ عقل بھی چاہتی ہے کہ یہ سفرِ زیارت جائز ہو۔ اس لیے ہم عرض کر چکے ہیں کہ سفر کی حلّت و حرمت اس کے مقصد سے معلوم ہوتی ہے اور اس سفر کا مقصد تو ہے زیارتِ قبر اور یہ منع نہیں کیوں کہ زیارتِ قبر کی اجازت مطلقاً ہے "الا فزوروها" تو سفر کیوں حرام ہوگا۔ نیز دینی و دنیاوی کاروبار کے لیے سفر کیا ہی جاتا ہے، یہ بھی ایک دینی کام کے لیے سفر ہے۔ یہ کیوں حرام ہو؟ (جاء الحق)

سوال ۸: جس درخت کے نیچے بیعتِ رضوان ہوئی اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کٹوا دیا تھا جب کہ لوگوں نے اس کو زیارت گاہ بنا رکھا تھا۔ جب ایسا مقدس درخت زیارت گاہ بنانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گوارا نہ ہوا تو پھر قبریں کس قطار میں کہ انہیں زیارت گاہ بنایا جائے؟

جواب: یہ محض غلط ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس درخت کو ہرگز نہیں کٹوایا بلکہ وہ اصل

درخت قدرتی طور پر لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو گیا تھا اور لوگوں نے اس کے دھوکے میں دوسرے درخت کی زیارت شروع کر دی تھی۔ اس غلطی سے بچانے کے لیے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اس دوسرے درخت کو کٹوایا۔ اگر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ تبرکات کی زیارت کے مخالف ہوتے تو حضور ﷺ کے بال مبارک، تہبند شریف اور قبرِ انور سب ہی زیارت بنے ہوئے تھے ان کو کیوں باقی رہنے دیا۔ مسلم جلد دوم کتاب الامارت باب بیان بیعتِ رضوان، بخاری جلد دوم باب غزوہ الحدیبیہ میں ابن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
"کان ابی ممن بایع رسول اللہ ﷺ عند الشجرۃ قال فانطلقانی قابل حاجین فخفی علینا مکانها" بخاری میں یہ اور ہے: "فلما خرجنا من العام المقبل نسیناها فلم نقدر علیها۔"

میرے والد بھی ان میں سے ہیں جنہوں نے حضور ﷺ سے درخت کے پاس بیعت کی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم سالِ آئندہ حج کے لیے گئے تو اس کی جگہ ہم پر مخفی ہوگئی۔ بخاری میں ہے پس جب کہ ہم سالِ آئندہ گئے تو اس کو بھول گئے اور اس کو پا نہ سکے۔ پھر یہ کیوں کر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصل درخت کٹوایا۔

دیوبندیوں وہابیوں کی تحریفِ اسلام کی ایک مثال یہی مضمون بھی ہے کہ دھوکہ دے کر کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں۔ مثلاً حدیث بخاری شریف کی تصریح کے برعکس اصلی شجرۂ رضوان کٹوانے کا بیان دے دیا حالانکہ جس درخت کو کٹوا دیا گیا وہ جعلی تھا لوگوں نے اپنے خیال سے اصلی شجرۂ رضوان سمجھ لیا تھا اور جعل سازی کے ہم بھی قائل نہیں بلکہ ہم سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا میں ایسی جعلی قبروں کے اکھیڑ پھینکنے کے قائل بلکہ عامل ہیں۔
(الحمد للہ علیٰ ذالك)

نکتہ

اس واقعہ سے اتنا تو ثابت ہوا کہ محبوبانِ خدا کی نسبتوں کا عشق خیر القرون میں تھا کیوں کہ اس درخت (اگرچہ جعلی ہی سہی) کو شجرۂ رضوان سمجھ کر عقیدت کرنے والے صحابہ یا تابعی رضی اللہ عنہم تھے، کوئی غیر مسلم تو نہ تھے۔ مزید تفصیل کے لیے فقیر کے رسالہ "بابا فرید کا

بہشتی دروازہ'' پڑھیے۔

سوال ۹: اللہ ہر جگہ ہے۔ اس کی رحمت ہر جگہ، پھر کس چیز کو ڈھونڈنے کے لیے اولیا اللہ کے مزاروں پر سفر کر کے جاتے ہیں؟ دینے والا رب ہے، وہ ہر جگہ ہے۔

جواب: اولیا اللہ رحمتِ رب کے دروازے ہیں، رحمت دروازوں ہی سے ملتی ہے یہی منشائے ایزدی ہے کہ اس کی عطا محبوبانِ خدا کے وسیلے سے ہو۔ چنانچہ ہمارا عقیدہ ہے ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ چاہے تو ساری مخلوق کو ہدایت دے دے۔ فرمایا ہے: ''لو شاء لھدا کم اجمعین'' لیکن ہدایت کے لیے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام بھیجے تا کہ ان کے وسیلے سے اس کی ہدایت حاصل ہو۔ یونہی اولیا و صلحا اور علما کو ہدایت کا وسیلہ بنایا۔ اسی نہج پر خود ربّ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس بھیجا حالانکہ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے جو کچھ حاصل کیا وہ خود بھی عطا کر سکتا تھا لیکن نہیں کیا تا کہ خلقِ خدا کو یقین ہو کہ محبوبانِ خدا عطاہائے رب تعالیٰ کے اعلیٰ وسیلہ ہیں۔ یونہی قرآن کریم میں ہے ''ھنالك دعا زکریا ربہ'' یعنی زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے پاس کھڑے ہو کر بچّے کے لیے دعا کی یعنی نبی نے ولیہ کے پاس دعا کرنا باعثِ قبول جانا۔ معلوم ہوا کہ قبورِ اولیا کے پاس دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

نکتہ

حضرت زکریا علیہ السلام اعلیٰ نے سیّدہ مریم ولیہ ادنیٰ مرتبہ کو وسیلہ بنایا حالانکہ اعلیٰ وسیلہ ہوتا ہے ادنیٰ کا لیکن اللہ نے یہ قانون بدل دیا تا کہ مخلوق محبوبانِ خدا کی شان پہچانے۔ یونہی حضور سرورِ عالم ﷺ نے دو خلفائے راشدین سیّدنا عمر و سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سیّدنا اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج کر واضح فرمایا کہ ''پہلے بن بندے دا بندہ پچھے ملدی ہے سلطانی''، یعنی کسی بندۂ خدا کی غلامی اختیار کر کر پھر سلطانی نصیب ہوگی۔ یہاں مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عقلی دلیل لاتے ہیں۔ فرمایا کہ ریل اپنی پوری لائن سے گزرتی ہے مگر اس کو حاصل کرنے کے لیے اسٹیشن پر جانا ہوتا ہے۔ اگر اور جگہ

لائن پر کھڑے ہو گئے تو ریل گزرے گی مگر تم کو نہ ملے گی۔ آج دنیاوی مقاصد، نوکری، تجارت وغیرہ کے لیے سفر کیوں کرتے ہو، خدا رازق ہے وہ ہر جگہ دے گا۔ طبیب کے پاس بیمار سفر کر کے کیوں آتے ہیں؟ خدا شافی الامراض ہے اور وہ تو ہر جگہ ہے۔ آب و ہوا بدلنے کے لیے پہاڑ اور کشمیر کا سفر کیوں کرتے ہو؟ وہاں کی آب و ہوا تو تندرستی کو مفید ہو لیکن اولیا کے مقامات کی آب و ہوا ایمان کو مفید نہ ہو؟

تتمہ

ہم اہلِ سنّت عرس کرنے کرانے کے بڑے شوقین ہیں۔ کسی مولوی کا باپ فوت ہو جائے تو سال کے بعد عرس کی محفل ضرور جمے گی خواہ وہ صاحب عرس کے لائق تھے یا نہ۔ اگر کچھ عرس کی تقریب کے لیے اہلِ ثروت نے دستِ تعاون بڑھایا تو وہ عرس شریف دھوم دھام سے منایا جائے گا، خوب قوالیاں ہوں گی، لنگر خوب چلے گا۔ دوسرے سال وہ مولوی صاحب خوب عوام میں مقبولِ نظر ہوں گے۔ پھر وہ خود صاحب سجادہ ہوں گے۔ ہزاروں نہ سہی درجنوں مرید بنائیں گے۔ تیسرے سال اب وہ بڑے پیر صاحب ہیں اور پرانے درباروں کی محافل تو لازماً ہوں گی۔ نمازیں قضا ہوں، دوسرے ہزاروں فرائض کی ادائیگی کا تصور نہ ہوگا لیکن عرس شریف کے لیے سال بھر اہتمام و انتظام ضروری اور لازم ہوگا۔ مریدوں میں کسی کے ذمے دنبے، بکرے کسی کے ذمے چاول وغیرہ وغیرہ۔ عرس شریف کی تاریخ کا انتظام عید کے چاند سے بڑھ کر ہوگا۔ یہ سب اُمور غیر شرع ہونے کی وجہ سے ناجائز ہیں۔ غیروں کو اعتراض کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ جو کہ قطعاً غلط ہیں۔

فقیر اویسی غفرلہ بھی اس شوق میں اپنے دوسرے اہلِ سنّت سے پیچھے نہیں بلکہ ان سے دو گز آگے ہے کیوں کہ یہ لوگ صرف شوقین ہیں لیکن فقیر تو منکرین عرس کے ساتھ برسرِ پیکار ہے نہ۔ صرف قلم سے لڑ رہا ہے بلکہ مقدمات کے زد میں رہتا ہے لیکن مجھے غم نہیں کیوں کہ میرے مرشد غوث الجیلانی رضی اللہ عنہ صدیوں پہلے فرما گئے: ''مریدی لا تخف ورش فانی عزوم قاتل عند القتال'' چنانچہ اہلِ بہاول پور نے دیکھ لیا کہ فقیر پر

مقدمات چلانے والے بڑے بڑے فرعونی کمشنر وڈپٹی کمشنر وغیرہ کیسے ذلیل وخوار ہوئے اور فقیر اس عقیدے کا قائل بلکہ ناشر ہے کہ جس بزرگ ولی اللہ کا وصال ہوا اس میں ایصالِ ثواب کرنے سے خیر اور برکت اور نورانیت اکثر اور وافر ہوتی ہے مگر دوسرے دنوں میں وہ خیر وبرکت ونورانیت حاصل نہیں ہوتی۔ چنانچہ "وقد ذکر بعض للمتأخرین من مشائخ المغرب ان الیوم الذی وصلوا فیہ الی جناب العزۃ وحظائر القدوس یرجی فیہ من الخیر والکرامۃ والبرکۃ والنورانیۃ اکثر واوفر من سائر الایام۔" (ماثبت بالسنہ، ص:۶۹) مشائخِ مغرب نے ذکر کیا ہے کہ جس دن کہ وہ ولی اللہ درگاہِ الٰہی اور جنّت میں پہنچے اسی دن خیر وبرکت اور نورانیت کی امید دیگر دنوں کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ اور آداب الطالبین میں ہے: "اذا اردت ان تتخذ ولیمۃ فاجتھد بادراك یوم موتہ والساعۃ التی نقل فیھا روحۃ لان ارواح الموتیٰ یأتون فی ایام الاعراس فی کل عام فی ذلك الموضع فی تلك الساعۃ فینبغی ان یطعم الطعام والشراب فی تلك الساعۃ فان بذالك یفرح ارواحھم وفیہ تاثیر بلیغ فانما رأوا شیئا من المأکولات والمشروبات یفرحون ویدعون لھم والا یدعون علیھم۔"

یعنی جب تو کسی ولی اللہ یا اللہ کے نیک بندے کا ختم دلانا چاہے تو اس کے انتقال (وصال) کے دن اور اس ساعت کا خیال رکھ کیوں کہ موتیٰ کی روحیں ہر سال ایامِ اعراس (عرس کے دنوں میں) اس مکان میں اسی ساعت میں آتی ہیں۔ جب تو اس دن اور اس ساعت کھانا کھلائے گا اور پانی پلائے گا اور قرآن شریف اور درودِ پاک اور صحیح ومؤدب کلام باشرع حضرات سے بہ حسن صوت پڑھوا کر ایصالِ ثواب کرے گا اور ان کی ارواح خوش ہوں گی اور تمام اہلِ محفل اور صاحبِ خانہ کے لیے دعائے خیر کریں گی اور تاریخ اور ساعت میں ایصالِ ثواب کرنے میں تاثیر بلیغ ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اسی عرس میں عمل برعکس ہوگا یعنی عرس میں نامشروع امور اور وہ باتیں جو صاحبِ عرس کے مشن کے خلاف ہیں ان سے صاحبِ عرس نہ صرف ناراض ہوں

گے بلکہ بددعا دیں گے۔ ایسے عرس سے بجائے فائدہ کے دارین کا خسارہ ہوگا۔

گزارش اُویسی غفرلہٗ

اب اُویسی کی سنیے جن عرسوں پر منتظمین تھیٹر، سنیما و دیگر تماشے، کشتی لڑانا، دنگل، اونٹوں کا دنگل اور دیگر اُمور نامشروع کا ارتکاب ہوتا ہے، وہ صاحبِ عرس بددعا نہ دے گا تو کیا کرے گا۔ دَورِ حاضرہ میں عرس شریف کے آداب وشرعی امور کی پابندی ضروری ہے۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کے اکثر اعراس میں قرآن خوانی اور مجالسِ ذکر ومحافلِ نعت خوانی بالخصوص علمائے کرام کی تقاریر اور شرعی اُمور کے خلاف سے پرہیز، لنگر کا انتظام بھی شرعی اُصول کے مطابق ہوتا ہے۔ سلسلۂ عالیہ چشتیہ بہشتیہ اور سلسلۂ عالیہ سہروردیہ مبارک میں قوالی شریف پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ ان حضرات سے بھی گزارش ہے کہ اصولِ قوالی کا لحاظ آپ حضرات کو نہایت ضروری ہے۔ جو شرائط امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہی قدس سرہ نے احیاء العلوم وفوائد الفوائد میں بتائے ہیں اس کے خلاف سرِ مو فرق نہ آئے اور قوالی شریف بھی دوائی کے طور پر ہے نہ کہ غذا کے۔ عرس کے ایام میں قوالی ہی قوالی، نہ نماز کی پابندی اور نہ مشروع امور کی ممانعت وغیرہ وغیرہ اور لنگر بھی بعض اوقات غلط صورت اختیار کر جاتا ہے۔ فقیر صرف عرض کر سکتا ہے، ورنہ آپ جانیں اور صاحبِ عرس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ہمارا کام تھا عرض کر دینا۔

وما علینا الا البلاغ المبین

الحمد للہ علی ذلك وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

ابوصالح **محمد فیض احمد اویسی رضوی** غفرلہ

بروز سوموار (پیر) ۲۷ جمادی الاول ۱۴۲۱ھ بہاول پور پاکستان